اسلام کی سیاسی تاریخ

کا مختصر جائزہ

از

آیت اللہ خمینی

تاریخ اسلام کا خصوصاً جو حکومتیں اسلامی رہی ہیں ان کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے

(امام خمینی)

۱۸ اگست ۱۹۸۱ء

شائع کردہ:

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

کراچی ڈویژن فیڈرل بی ایریا یونٹ

پیش لفظ

حجتہ الاسلام عبدالکریم بے آزار شیرازی نے امام خمینی کی کتاب تحریر الوسیلہ کی تشریح و تفسیر لکھی اور اس کو رسالہ نوین کا نام دیا۔ یہ کتاب دراصل رسالہ نوین کا اردو ترجمہ ہے جو حجتہ الاسلام محمد علی فاضل (مقیم ایران) نے کیا ہے
ہم آقائے فاضل کے بے حد ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں اپنا بیش قیمت ترجمہ عنایت فرمایا تاکہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کریں۔

اراکین
امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

نام کتاب :- ________ رسالہ نوین

مصنف :- ________ حجۃ الاسلام عبد الکریم بے آزار شیرازی

ترجمہ :- ________ حجۃ الاسلام محمد علی فاضل (زاہدان)

کتابت :- ________ ممتاز الدین

تعداد :- ________ ۱۰۰۰

قیمت :- ________ ۴ روپے

ناشر :- ________ امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

اسلام کی سیاسی تاریخ کا مختصر جائزہ

اسلام کا سیاسی مذہبی آئین :۔

آنحضرت (ص) جو آئینِ خدا کی طرف سے لیکر آئے وہ دو حصوں پر مشتمل تھا۔

۱۔ اصول عقائد جو توحید، نبوت، امامت، عدالت اور معاد پر مشتمل ہیں جن کی تفصیل مقدمہ نمبر ۲ میں آئے گی۔

۲۔ فروعِ دین یا عملی طریق کار جو مشتمل ہے (۱) عبادت و خود سازی (۲) اقتصادی مسائل (۳) عائلی زندگی کے مسائل (۴) سیاسی اور قانونی مسائل پر اور یہی حصہ اس کتاب کا موضوع بحث ہے۔

آئینِ اسلام میں سب سے اہم مسئلہ جسے بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ پروردگار پر ایمان اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے اور یہ وہ اصل ہے جسے دوسرے مذاہب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله (سورہ ۳، آیت ۶۳) پیغمبرؐ کہہ دیجئے اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آئیے جو ہمارے اور تمہارے درمیان قدر مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

جیسا کہ راغب اصفہانی اپنی کتاب "المفردات لغرائب القرآن" مادہ "رب" کے تحت لکھتے ہیں "رب" یعنی تربیت کرنے والا موجودات کا ظاہر کرنے والا اور انہیں تدریجاً کمال تک پہنچانے والا ہے اور خداوند عالم تمام جہانوں کا رب ہے" کیونکہ ہم جب عالم فطرت کو دیکھتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ موجودات عالم کی تمام اشیاء تدریجی مراحل طے کر کے حدِ کمال

تک پہنچتی ہیں اور ہمیشہ نقص سے کمال کی سمت اختیار کرتی ہیں۔ اس حد تک کہا جا سکتا ہے کہ "فطرت نہ تو پیچھے کی طرف لوٹتی ہے کہ اسے رجعت پسند کہا جائے اور نہ ہی اس میں ٹھہراؤ ہے بلکہ اسے جامد کہا جائے بلکہ ہر وقت کمال کے تدریجی مراحل طے کرتی رہتی ہے۔ کمال کے یہ تدریجی مراحل مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہیں کیونکہ اسلام نے کمال تک پہنچنے کے لئے ایک راہ اور صراط مستقیم متعین کر دی ہے جو ہر لحاظ سے اعتدال اور میانہ روی کا راستہ ہے اور ہر قسم کے افراط و تفریط اور دائیں بائیں کے انحراف سے پاک اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا (سورہ روم آیت ۳۰)

خدائی طریقہ کار تو وہی ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا ہے، اور امام خمینی کی تعبیر کے مطابق اس راستے کے ایک طرف "فطرت" ہے اور دوسری طرف "الوہیت" ہے۔

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً و کرھاً و الیہ یرجعون (سورہ ۳، آیت ۸۳) کیا وہ خدائی دین کے علاوہ کچھ اور چاہتے ہیں جبکہ تمام زمین و آسمان طوعاً و کرہاً اس کے آگے جھک چکے ہیں اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

نفسانیت اور خود پرستی کے گہرے کنویں سے نکل کر خدا پرستی اور خدا کے کمالی صفات کے نزدیک ہونے اور زمین میں خدا کی خلافت و جانشینی کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے تحرک کرنا ہے۔

یہ ہے اسلام کی حقیقت، اس بات پر ایمان کہ خداوند عالم کائنات کا تربیت کنندہ ہے اور کائنات و اہل علم کمال کے تدریجی مراحل طے کر رہے ہیں اسلام، انسانیت کو کمال کی ہدایت کرنے والا ہے اور ہر قسم کے رجعت پسندی اور جمود سے مقابلہ کرنے کے لئے آیا ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ تاریخ انسانیت میں، انسان اپنی فطرت کے برخلاف اس حقیقت سے غافل رہا جس کے نتیجہ میں وہ رجعت پسندی کا شکار اور معنوی و انسانی اور خدائی کمالات کے حصول سے قاصر رہا اور مادی و دنیاوی امور میں پھنس کر جمود کا

شکار ہو کر رہ گیا۔ انبیاءؑ آئے تا کہ انسانوں کو جمود و انحراف اور رجعت پسندی سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کر کے مادی و معنوی دونوں کمالات سے آراستہ کریں۔

معنوی کمال

... آپ قرآن مجید کے پہلے سورہ میں پڑھتے ہیں الحمد للہ رب العالمین... ربوبیت اور تربیت کے نقطۂ آغاز کو قرآن کے اوائل ہی میں پیش کیا گیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ شب و روز کئی مرتبہ اسے نماز کی رکعتوں میں دہرائیں اور دھیان رکھیں کہ تربیت اور ربوبیت کا مسئلہ نہایت اہم ہے جس کا اعلیٰ درجہ خدائے تبارک تعالیٰ سے مخصوص ہے اس کے بعد انبیائے عظام ہیں اور ان کے ذریعے سے دوسرے انسانوں پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اہم ترین اور قابل غور بات یہ ہے کہ "للہ" کے فوراً بعد "رب العالمین" آیا ہے اور پھر اسی سورۃ میں "تربیت" کی غرض و غایت بتائی گئی ہے اور وہ ہے "صراط مستقیم" کی طرف حرکت، اصل منشا "صراط مستقیم" ہے خدا کا مطلق کمال، ہمیں دعوت دی گئی ہے کہ ہم انبیاء و اولیاء کی نگرانی میں تربیت پائیں تا کہ وہ اس تربیت کے پرتو میں ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کریں اور روزانہ کئی مرتبہ خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے جو نہ تو دائیں طرف مائل ہے اور نہ بائیں طرف یعنی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

○

اگر چہ اللہ کے زیر سایہ رہ کر تربیت پائیں اور صراط مستقیم کو طے کریں تو ہم اس جگہ تک پہنچ سکتے ہیں جس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا وہاں جہاں خدا کی عظمت و کبریائی کا ناپید کنار سمندر ہے۔

ہمیں غور و فکر سے کام لینا چاہیئے وحدت کلمہ کو مد نظر رکھنا چاہیئے اور کلمہ "اللہ" ہے اسی کے تحت ہم اکٹھے ہو جائیں گے اگر تمام مسلمان اسی کے تحت اکٹھے ہو گئے اور تمام

بیڑیوں کو توڑ ڈالا اور یہ سمجھ لے کہ اجتماع نے اپنے بلند ترین مقاصد کو پالیا خواہ وہ انسان اور انسانی معاشرہ کے لئے اس دنیا میں ہیں خواہ وہ اس سے بڑھ کر دوسرے عالم میں ہیں (امام خمینی)
بتاریخ ۲۶ فروری ۱۹۸۱ء

تدریجی کمال اور مادی پستی

تاریخ بشریت بتاتی ہے کہ جب انسان، خداپرستی، اتحاد، اتفاق، ایثار، بھائی چارہ اور برادری جیسے اعلیٰ مقاصد سے ہٹ کر خود پسندی، انتشار و اختلاف اور رجعت پسندی لیے پست مقاصد کا خواہاں ہوتا ہے تو تمام چیزوں کو اپنی ذات کے لئے چاہنے لگتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی جنس (دوسرے انسانوں) کا استعمال کرکے تمام چیزوں کو اپنے قبضہ قدرت میں لینے کا خواہاں بن جاتا ہے۔ مادی وسائل کے ذریعے دوسروں پر اپنی برتری جتلانے لگ جاتا ہے اور اس شیطانی راہ میں دوسرے انسانوں پر کسی قسم کا ظلم و ستم روا رکھنے سے نہیں چوکتا۔ انہیں قید و بند میں ڈالتا ہے۔ ایک ایسا ماحول پیدا کر دیتا ہے جس میں ہر قسم کی ناہمواری، ظلم و تعدی، جھوٹ و فریب، بے سکونی، بداعتمادی پائی جاتی ہے گویا دنیا انسان کے لئے ایک جہنم بن جاتی ہے۔

ایک ایسا ماحول جس میں خدا کو بھی بھلا دیا جائے، شیطانی اور طاغوتی راہنما ذاتی مقاصد کے لئے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں، خود کو لوگوں کا "خدا" اور لوگوں کو اپنے "بندے" سمجھنے لگ جائیں تو ان سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں ایک بدترین قسم کی آمریت عوام کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

پیغمبر اکرم (ص) ایسے ہی طاغوتی اور ظلماتی دور میں خدا کی طرف سے مابعد ہو کر آئے تاکہ لوگوں کو "امر بمعروف اور نہی از منکر" سے آگاہ کریں اور انہیں تاریکی سے روشنی کی جانب ہدایت فرمائیں، استحصال کا سنگین بوجھ ان کے نحیف کاندھوں سے ہٹا دیں تاکہ استعمار و جہالت، خرافات اور معاشرتی ناہمواریوں کی زنجیروں کو توڑ ڈالیں ارشاد ہوتا ہے

و یضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم (سورۃ، آیت ۱۵۷)

ترجمہ۔ بوجھ ان سے ہٹا دیں اور زنجیروں کو توڑ ڈالیں۔

خطۂ عرب کی سیاسی صورتحال

آنحضرت (ص) کے ظہور کے زمانہ میں خطۂ عرب کی صورتحال یہ تھی کہ قریش ہمہ وقت تجارت، سود خوری اور سرمایہ داری کی فکر میں لگے ہوئے تھے اور عوام کو انہوں نے خرافات اور جہالت کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اور عوام کی آنکھیں بند کر کے ان کی اطاعت کر رہے تھے جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے کہ

آنحضرت ص جب تک لوگوں کو فقط خدا کی طرف بلاتے رہے قریش کے سردار آپ سے مزاحم نہیں ہوئے اور نہ ہی کوئی سد راہ رکھا لیکن جب آپ نے شرک، بتوں کی پرستش اور ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کی تو نہ صرف سرمایہ دار اور استحصال پسند افراد نے آپ سے مقابلہ شروع کر دیا بلکہ بہت سے نادان اور بے سمجھ افراد بھی آپ کے مقابلے میں آ گئے جو خرافات ظاہری، موروثی دین اور بت پرستی کے عادی ہو چکے تھے، چنانچہ انہیں پیغمبر ص کی اجتماعی اور سیاسی امور میں مداخلت ناگوار گزری اور استعماری گروہ کے ساتھ ہو گئے۔

لالچ اور دھونس

سرمایہ دار طبقہ جن کی سوچ اور فکر روپیہ پیسہ اور مادیت کے گرد گھوم رہی تھی پہلے تو یہ سمجھا کہ محمد (ص) کو پیسوں کے ساتھ خرید لیا جائے گا لہٰذا آپ کے چچا حضرت ابو طالب کے پاس آ کر یہ پیشکش کی کہ

"اگر محمد (ص) اپنے مشن سے باز آ جائیں تو جس قدر اور جو مرتبہ و عہدہ چاہیں ہم دینے کو تیار ہیں"

لیکن آپ نے ان کے جواب میں فرمایا۔

"اگر یہ لوگ سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند بائیں ہتھیلی پر رکھ دیں تب بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آؤں گا۔"

شکنجہ اور ایذا رسانی

لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ وہ انھیں کسی قیمت پر نہیں خرید سکتے تو انہوں نے ابو طالب سے کہا: " محمد (ص) کو ان کے حوالے کر دیا جائے اور وہ اس کے بدلے میں عمارہ انہیں دیں گے "۔

سرمایہ داروں، سود خوروں اور مادہ پرستوں کے نزدیک پیسہ اور اقتصاد اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور اس ہدف تک پہنچنے کے لئے ان کے نزدیک انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

مگر جب ابو طالب نے ان کی یہ پیشکش ٹھکرا دی تو پیغمبرؐ کے دشمنوں نے آپ کے پیروکاروں کو اذیت پہنچانے کی ٹھان لی۔ لیکن مشرکین کے زیر شکنجہ مسلمانوں نے اس قدر استقامت اور پائیداری کا ثبوت دیا کہ خود شکنجہ دینے والے تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ اب ان کے سامنے ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ " محمدؐ کو جان ہی سے مار دیا جائے "۔

اقتصادی ناکہ بندی

چونکہ حضرت ابو طالب اور ان کی اولاد آنحضرتؐ کی حمایت کر رہے تھے لہٰذا مشرکین نے متفقہ طور پر مسلمانوں کی اقتصادی ناکہ بندی شروع کر دی۔ یہ ناکہ بندی اس قدر سخت تھی کہ مسلمانوں کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہو گیا اور بھوک اور بیماری نے انھیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ لیکن مسلمانوں نے کمال جرأت، ایمان اور اخلاص و استقلال کے ساتھ تین سال تک ان مشکلات کا مقابلہ کیا۔

افواہیں

قریش کے سرداروں، رئیسوں اور سرمایہ داروں کو جو چیز سب سے زیادہ ڈرا رہی تھی وہ "ایام حج" تھے کیونکہ آنحضرتؐ کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا کہ ان دنوں میں آپ اپنا توحیدی انقلاب "تمام سرزمین عرب تک پہنچائیں اور عربوں کو اس انقلاب سے آگاہ فرمائیں۔

لیکن مشرکین نے صدور انقلاب کا راستہ روکنے، اسے ناکام بنانے اور آنحضرتؐ کی تبلیغ کو دوسروں تک نہ پہنچ سکنے کے لئے جو بہترین تجویز سوچی وہ یہ تھی کہ آپ کے خلاف افواہیں پھیلائی جائیں۔ چنانچہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے لگاتار ایک دوسرے کے گرد اکٹھا ہوتے افواہیں گھڑتے اور پھر انھیں پھیلانے کی کوششوں میں معروف ہو جاتے۔ کبھی تو وہ کہتے (نعوذ باللہ) محمدؐ جادوگر ہے اور ماں باپ اور باپ بیٹے میں جدائی ڈال رہا ہے کبھی یہ افواہ اڑاتے کہ محمدؐ شاعر ہے" کبھی کہتے "وہ دیوانہ ہے" لیکن اس قسم کی افواہیں اور افترا پردازیاں آپ کی حقانیت پر پردہ ڈالنے کی بجائے اور روشن کر گئیں۔

اذہان عمومی کا انحراف

جب یہ تمام حیلے اور سازشیں ناکام ہو گئیں تو سیاستدانوں نے یہ تدبیر سوچی کہ جیسا بھی ہو عوام کے ذہنوں کو ان سے منحرف کیا جائے۔ چنانچہ جس طرح قیصران روم عوام کے لئے رقص و سرود اور عیش و نوش کی محفلیں برپا کرتے تھے تاکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ نہ سوچ سکیں اسی طرح ان کم ظرف سیاستدانوں نے بھی یہی طے کیا کہ قرآن کی سبق آموز اور دلچسپ داستانوں کے مقابلے میں رستم و سہراب اور ایرانی بادشاہوں کے من گھڑت قصے اور کہانیاں عوام تک پہنچائے جائیں۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے ایک شخص بنام "نضر بن حارث" کی خدمات حاصل کیں، لیکن

قرآن کا معجزانہ کلام اس قدر ان کے دل کی گہرائیوں تک اثر کر گیا کہ وہ رات کو چھپ چھپا کر آنحضرتؐ کے گھر کے گرد جمع ہو جاتے کہ قرآن کی دلنشیں آواز کو سنیں۔

بیعت عقبہ

ایک مرتبہ حج کے دنوں میں اہل مدینہ کا ایک گروہ مکہ آیا اور اتفاقاً ان کی آنحضرتؐ سے ملاقات ہو گئی۔ آپؐ نے انھیں دعوت اسلام پیش کی قبیلہ خزرج کے افراد جو بنی اوس سے سالہا سال کی طولانی جنگوں سے تھک چکے تھے۔ آپ کی دعوت کو قبول کر لیا اور مسلمان ہو گئے اور مدینہ آ کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔

دوسرے سال بارہ افراد کے ایک گروہ نے "عقبہ" کے مقام پر آنحضرت کے ہاتھوں بیعت کی اور آپؐ سے ایک اور "مبلغ" بھیجنے کی درخواست کی۔

آپؐ نے " مصعب بن عمیرؓ کو تبلیغ اسلام کے لئے ان کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا۔ تیسرے سال مدینہ کے ۷۳ زن و مرد نے مکہ آکر آپؐ کی بیعت کی اور وعدہ کیا کہ اپنے افراد خاندان کی طرح آپ کی حمایت کریں گے۔

قتل کا منصوبہ

اب آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں قریش کے رئیسوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ ایک نئی سازش میں مشغول ہو گئے۔ مکہ کے باہر مسلمانوں کی مرکزی قوت کو ایک جگہ نہ ہونے دیں تمام قبائل سے کچھ لوگوں کو جمع کیا تاکہ سب مل کر آنحضرتؐ کی زندگی کا چراغ گل کر دیں اور آپؐ کے قتل میں عرب کے تمام قبائل برابر کے شریک ہوں تاکہ کوئی قبیلہ ان سے بدلہ لینے کی جرأت نہ کر سکے۔ لیکن جب رات انھوں نے پیغمبر

نے گھر پر حملہ کیا تو خلاف توقع پیغمبرؐ کی جگہ علیؑ کو موجود پایا۔
جی ہاں! رسول گرامیؐ اسی رات خدا کے حکم پر مکّہ کے باہر جا چکے تھے

ہجرت پیغمبرؐ

آنحضرتؐ نے تین رات دن تک غار ثور میں مخفی رہنے کے بعد رات کے وقت مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور کئی دنوں کے سفر کے بعد جب شہر "یثرب" میں تشریف لائے تو یہاں کے ہزاروں مرد اور عورتوں نے آپ کا پر شکوہ استقبال کیا اور سر آنکھوں پر بٹھایا۔ آج کے بعد "یثرب" کا نام بدل کر "مدینۃ النبیؐ" (پیغمبرؐ کا شہر) رکھ دیا گیا۔ چونکہ آپؐ کی ہجرت نے تاریخ کے دھارے موڑ دیئے تھے لہذا عربی کیلنڈر "عام الفیل" سے "سنہ ہجری" میں تبدیل ہو گیا۔

مدینہ کے سردار اور رؤسائے قبائل آگے بڑھ کر آپؐ کو اپنے گھروں میں تشریف لے چلنے کی دعوت دینے لگے۔ لیکن حضورؐ نے کسی بھی دعوت کو بھی قبول نہ کیا اور ہر ایک سے فرماتے "جہاں میری سواری جا کر رُکے گی وہیں میری اقامت گاہ ہوگی۔"

آپؐ کی سواری چلتی رہی حتیٰ کہ شہر کی ایک نشیبی جگہ جا رکی جو کھجوروں کے خشک اور اکٹھا کرنے کی جگہ تھی۔

آنحضرتؐ نے وہ زمین اس کے مالک سے خریدی اور حضورؐ ہی کی ہمکاری اور سرپرستی میں مسلمانوں نے وہاں پر ایک مسجد تعمیر کی۔ پیغمبرؐ بجائے اس کے کہ شہر کے بالائی حصّہ میں رہنے کے لئے کوئی محل یا کوٹھی بناتے اسی مسجد کے ایک گوشہ میں جو خدا اور تمام مسلمانوں کا گھر ہے ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنائی اور زندگی کے آخری دنوں تک اسی میں قیام پذیر رہے اہل مدینہ نے مہاجرین کی مہمان نوازی۔ آنحضرتؐ نے اس مہمان نوازی کی

بدولت انھیں "انصار" (مددگار) کا نام دیا اور جو لوگ مکہ سے چل کر مدینہ پہنچے تھے انھیں "مہاجر" (ہجرت کرنے والے) سے موسوم کیا۔ ان دونوں فریقوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا اور حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا۔

اس رشتہ اخوت سے مسلمانوں کے درمیان ایک قلبی پیوند ایجاد کیا اہل مدینہ، مہاجرین مکہ کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور جب تک انھیں کام نہیں ملا اس وقت تک خاطر تواضع کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

○

بنیادی قانون یا منشور

حضرت محمدؐ نے مدینہ کے لوگوں کی دینی اور سیاسی رہبری اپنے ذمہ لی اور ایک بنیادی قانون یا آئین کی تشکیل میں مصروف ہو گئے جس کا نام "صحیفہ" ہے اور اس کی ۴۷ دفعات ہیں۔

آپؐ نے اس آئین میں قومی، قبائلی اور نسلی نظام کی بجائے "امت واحدہ" کا نظام تشکیل دیا جس کی بنیاد ایمان بہ خدا و آخرت، مذہبی آزادی انفرادی و اجتماعی حقوق تھا۔

حکومت اور میثاق

پھر آپؐ نے اپنی رہبری کا ان سے پختہ میثاق لیا جس کی بدولت مختلف قبائل اور مذاہب کو آپس میں جوڑ دیا۔

پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں جو شخص اسلامی حکومت کے تحت زندگی بسر کرنا چاہتا تھا وہ آنحضورؐ کی بیعت کرتا اور آپؐ سے اس بات کا عہد کرتا کہ وہ خدائی حکومت کی پیروی کرے گا یہ بیعت گویا خدا سے بیعت تھی (ملاحظہ ہو سورۃ فتح آیت ۱۰)

اس پیمان کے تحت انسان اس بات کا پابند ہو جاتا ہے کہ اس نے پیغمبر کی رہبری اور اللہ کی حکومت کو قبول کر لیا ہے اب وہ خدا کے فرامین کی پیروی کرے گا جس کے بدلے میں خدا اسے دنیا میں اپنی انواع اقسام کی نعمتوں اور برکتوں سے نوازے گا اور زمین کی خلافت عطا کرے گا اور آخرت میں بے حساب و بے حد جزا عنایت کرے گا۔

اسکے برعکس اگر انسان عہد شکنی کریں گے اور خدائی آیات و فرامین سے غفلت برتیں گے تو وہ بھی ان سے اپنی نعمتیں سلب کرے اور برکتیں اٹھا کر کسی اور قوم کے سپرد کر دے گا اور آخرت میں انہیں سخت عذاب سے دوچار کرے گا۔

حضرت محمدؐ باوجود یکہ پیغمبر تھے لیکن پھر بھی لوگوں سے ہر کام میں مشورہ لیتے تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کو "سلطان" "شاہ" اور "ملک" کے خطاب سے منع فرماتے تھے اور ان کی تعظیم کرنے سے روکا کرتے تھے آپؐ ہمیشہ فرماتے:۔

"مجھے صرف بندۂ خدا اور رسول خدا کہہ کر پکارا کرو، میرے لئے کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی میری خوشامد اور چاپلوسی کیا کرو"

(ملاحظہ ہو کتاب "حیاۃ محمدؐ" تالیف محمد حسین ہیکل مطبوعہ مصر)

فوجی قیادت

جو مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تھے مشرکین قریش نے ان کے گھروں کو غارت کر دیا اور جب مہاجرین اور کچھ انصار کو اس بات کا علم ہوا کہ مشرکین مکہ کا سردار "ابوسفیان" اپنے شام کے تجارتی سفر سے واپس لوٹ رہا ہے تو وہ اپنا

---

(۱) آئین کی تفصیل ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام اور کتاب MOHAMMAD PROPHET AND STATESMAN اور اسی طرح کی کتاب MOHAMMAD'S CONSTIUTION OF MADINAH WELHAUSEN اور کتاب "اولین قانون اساسی مکتوب در جہان" تالیف ڈاکٹر محمد حمید اللہ ملاحظہ فرمائیں۔

لوٹا ہوا مال اس سے واپس لینے کی غرض سے اس کی طرف بڑھے۔ اس نے فوراً ایک ایلچی مکہ بھیج دیا تاکہ وہ مشرکین کو اس بات کی خبر دے کہ ان کا مال خطرے میں ہے یہ خبر پاکر سرداران قریش ۹۵۰ جنگی جوان اور دو سو گھوڑے سوار ابوسفیان کی مدد کے لئے بھیج دیئے۔

جونہی آنحضرتؐ کو مشرکین کے حملے کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مسلمانوں کی فوجی قیادت اپنے ذمہ لی اور اپنے اصحاب کو ساتھ لیکر بدر نامی کنوئیں کے پاس پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ وہاں پر ایک حوض تیار کر کے اسے پانی سے بھر دیا۔

جنگ بدر

بدر کے مقام پر اسلام اور قریش کی فوجیں ایکدوسرے کے آمنے سامنے آگئیں پہلے تو لشکر اسلام کی طرف سے آنحضرتؐ کے چچا جناب حمزہؓ حضرت علیؑ اور جناب عبیدہؓ اور مشرکین کی طرف سے عتبہ، ولید، اور شیبہ کے درمیان دست بدست لڑائی شروع ہوگئی اسلام کے تین بہادر سپوتوں نے مشرکین کے تین جرنیلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار مارے گئے جن میں ابوجہل اور امیہ بن خلف بھی شامل ہیں اور بہت سے لوگ مسلمانوں کی قید میں آگئے۔

خدا کی مدد اور نصرت سے مسلمان، مشرکین پر غالب آگئے اور مسلمانوں نے اس فتح مبین سے یہ بات ذہن نشین کرلی کہ خدا کے فضل و کرم سے مٹھی بھر فوج کس طرح ٹڈی دل لشکر پر غالب آسکتی ہے؟

ارشاد ہوتا ہے

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ ، فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون ۔ (سورہ ۳ آیت ۱۲۳)

اور خدا نے جنگ بدر میں تمہاری اس وقت نصرت کی جب تم کمزور اور ناتواں تھے لہٰذا تمہیں تقویٰ اختیار کرنا چاہیے شاید شکر گزاروں میں تمہارا شمار ہونے لگ جائے۔

جنگ احد

قریش نے اتفاق کیا کہ جنگ بدر میں مارے جانے والے اپنے باپ، بھائی اور بیٹوں وغیرہ کا پیغمبرؐ سے بدلہ لیں، جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ قریش، مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے کوہ احد کے قریب پہنچ چکے ہیں تو آپؐ نے اس کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔

پیغمبرؐ کی رائے یہ تھی کہ دشمنوں کا شہر میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یعنی جب وہ شہر کے نزدیک پہنچ جائیں تو انہیں وہیں پر روک کر ان پر سنگ باری کی جائے لیکن جوشیلے نوجوانوں نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ شہر سے باہر آکر ان سے مقابلہ کرنے پر اصرار کیا۔

مسلمان سپاہی کوئی ایک ہزار کے قریب ہو گئے سب مسجد میں اکٹھے ہوئے، حضورؐ نے اپنی فوج کا معائنہ کرنے کے بعد جنگ کا علم "مصعبؓ" کے حوالہ کیا اور اس کی کمان خود سنبھالی اور مدینہ سے باہر چل دیئے۔ عبداللہ بن ابی جو اس سے پہلے تک مدینہ کے لوگوں کا لیڈر تھا وہ مدینہ سے باہر جانے پر راضی نہ تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو ایک طرف بلا لیا اور انہیں آنحضرتؐ کے ساتھ جانے سے روک دیا ان کی تعداد کوئی ایک تہائی کے لگ بھگ تھی، لیکن پیغمبر گرامیؐ نے باقی لوگوں کو اپنے ساتھ لیا اور مدینہ سے نکل کر کوہ احد کے پاس پہنچ گئے آنحضرتؐ نے اپنے ساتھیوں کو دامن کوہ پر ڈٹے رہنے کی ہدایت کی اور کمانداروں کے ایک گروہ کو پہاڑ کی بلندی پر جمے رہنے کی تاکید کی، اور اس بات کی سخت تاکید کی کہ کسی بھی صورت میں وہ اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں گے چاہے جو کچھ بھی ہو جائے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر سختی سے ڈٹا رہے۔

پہلے تو مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان دست بدست لڑائی ہوئی جناب حمزہ رض اور حضرت علی رض نے اپنے اپنے حریفوں کو پچھاڑ دیا۔

اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی، مشرکین کے گھوڑ سواروں کی کوشش تھی کہ لشکر اسلام کا محاصرہ کر لیا جائے لیکن بلندی پر موجود مسلم سپاہیوں نے تیر برسا کر انہیں پسپا کر دیا اور دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔

مسلمان اس کے بجائے کہ دشمن کا کام پوری طرح کرتے غنیمت کی جمع آوری میں مشغول ہو گئے کمانداروں نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ شاید جنگ ختم ہو گئی ہے لہذا وہ اپنے مورچوں سے ہٹ کر نیچے آ گئے حضور ص کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ بھی مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے۔

دشمن نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پہاڑ کے پیچھے سے ہو کر مسلمانوں کے سامنے آ گئے اور ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی جو معرکہ مسلمانوں کی فتح کی صورت میں ختم ہو چکا تھا اچانک ایک ناگوار حادثے کی صورت اختیار کر گیا۔

شکست کے اسباب

اس جنگ میں مسلمانوں کو کیوں شکست ہوئی؟ اسے قرآن اس طرح بیان کرتا ہے۔

ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتیٰ اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما ارٰکم ما تحبون، منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ ثم صرفکم عنھم لیبتلیکم ولقد عفیٰ عنکم واللہ ذو فضل علی المومنین ۝ سورہ ۳ آیت ۱۵۲

یعنی خدا نے اپنا وعدہ پورا کر دیا (اور جنگ بدر) تمہیں دشمنوں پر غالب کیا حتیٰ کہ تم مندرجہ ذیل غلطیوں کے مرتکب ہوئے

۱۔ جنگ میں سستی سے کام لیا ۲۔ (آپس میں) اختلاف پیدا کیا ۳۔ آرزو دل

تک پہنچے اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد رہبر اور پیغمبرؐ کے حکم سے سرتابی کی۔ ۴ تم میں سے کچھ تو دنیا (اور غنیمتوں) کے لئے اور کچھ آخرت کے لئے لڑتے رہے۔ اور خدا نے تمہیں آگے بڑھنے اور کامیابی حاصل کرنے سے روک دیا تا کہ تمہیں آزمائے، اور البتہ تمہاری یہ خطائیں معاف کر دی گئیں ہیں اور خداوند عالم مومنین پر تفضل کرنے والا ہے۔

جنگ خندق

جب یہودیوں نے دیکھا کہ روز بروز اسلام کو فروغ حاصل ہوتا جا رہا ہے اور مسلمان دن بدن طاقتور ہوتے جا رہے ہیں تو انہوں نے قریش کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے تحت وہ مل کر محمد(ص) کے ساتھ جنگ کریں گے اور نور خدا کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیں گے۔

ادھر پیغمبرؐ کے حکم پر مسلمانوں نے مل کر ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی جناب سلمان فارسیؓ نے اپنے ملک کے تجربے کے تحت مدینے کے گرد ایک گہری اور وسیع خندق کھودنے کی پیش کش کی جسے پیغمبرؐ نے قبول فرمایا۔ ماہ مبارک رمضان کے باوجود تمام مسلمانوں نے مل کر خندق کھودنا شروع کر دی۔

ابوسفیان کا خیال تھا کہ ایک ہی دن میں مسلمانوں کا کام تمام ہو جائے گا لیکن "خندق" نے اس کی تمام آرزوؤں پہ پانی پھیر دیا۔ ایک ماہ تک قریش کے لشکر نے مسلمانوں کا محاصرہ جاری رکھا۔

آخر کار عمرو بن عبدود جس کی شجاعت کا ڈنکا تھا کسی طرح خندق پار کر کے اندر آگیا اور رجز خوانی کر کے مسلمانوں کو اپنے مقابلے کے لئے للکارنے لگا۔ پیغمبرؐ نے تین بار مسلمانوں کو اس سے مقابلے کے لئے بلایا اور تینوں مرتبہ حضرت علیؑ نے ہی پوری جرات کے ساتھ اس کے مقابلے کو جانے کے لئے "لبیک" کہا۔ آخر کار اس سے مقابلے کے لئے حضرت علیؑ پیدل آگے بڑھے اور عرب کے اس مشہور پہلوان کا ایک ہی وار سے خاتمہ کر دیا۔ یہ "وار" ایمان اور اخلاص سے اس قدر بھر پور تھا کہ پیغمبرؐ کو فرمانا پڑا۔

ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین

خندق کے دن علیؑ کا ایک وار ثقلین کی عبادت سے برتر ہے۔

دشمن کے محاصرہ کی وجہ سے مسلمانوں کو سردی، بھوک، اور دوسری زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ کے رسولؐ نے دست دعا بلند کئے، راتوں رات سردی میں اضافہ ہو گیا اور ایک زبردست طوفان آگیا جس کی وجہ سے دشمن کے خیمے اکھڑ گئے اور فوج درہم برہم ہو گئی اب اسے پناہ گاہ کی تلاش ہوئی۔ تاکہ وہ ریت، طوفان اور خدا کے آسمانی غضب سے خود کو چھپا سکے، اسے اب کوئی پناہ گاہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر کار سخت ناکامی سے دوچار ہو کر راہ فرار اختیار کی۔

خدا فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیرا (س۔ احزاب آیت[19])

اے اہل ایمان وہ نعمت یاد کرو جو خدا نے تمہیں عطا فرمائی جب تم پر فوجی حملہ ہوا تو ہم نے تیز ہوا اور غیر مرئی لشکر تمہارے دشمنوں پر بھیج دیئے جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

یہود کی خیانت اور اس کا انجام

حکم خدا کے مطابق پیغمبرؐ نے حکم دیا کہ جو بھی یہودی مسلمانوں سے غداری کرکے مشرکین سے جا ملے تھے سب کو تہ تیغ کر دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا شہر مدینہ سازشی عناصر سے پاک ہو گیا اور مسلمان مکمل طور پر اس شہر کے مالک قرار پائے۔

بیعت رضوان

ایک رات آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ بڑے آرام سے ساتھیوں کے ساتھ مسجد الحرام پہنچ چکے ہیں (سورۃ فتح آیت ۲۷) اسی خواب کے تحت عمرہ کی غرض سے آپؐ چودہ سو

مسلمانوں کے ایک قافلہ لیکر مکہ کی طرف چل دیئے آپؐ کا اونٹ "حدیبیہ" کے مقام پر ایک جگہ رک گیا۔

مشرکین مکہ نے سمجھا کر شاید پیغمبر ان سے جنگ کرنے کی غرض سے آرہے ہیں انہوں نے مسلسل قاصد بھیجنا شروع کر دیئے تاکہ ان کے ادھر آنے کی غرض معلوم کی جاسکے آنحضرتؐ نے انہیں اپنے مقصد سے آگاہ کیا۔ لیکن وہ آپؐ کے اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے آپؐ نے مناسب سمجھا کر اپنا ایک نمائندہ مکہ بھیجیں تاکہ وہ سرداران قریش کو اس امر سے مطلع کرے اس نمائندہ کی مکہ سے واپسی میں تاخیر ہو گئی مسلمانوں نے یہ سمجھا کر شاید اسے قتل کر دیا گیا ہے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے سب کو ایک درخت کے نیچے اکٹھا کیا سب نے مل کر دل و جان سے اس بات کا عہد کیا کہ آخر دم تک آپؐ کے ساتھ رہیں گے اور جنگ سے فرار نہیں کریں گے اسی بات پر انہوں نے آنحضرتؐ کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کی چونکہ یہ بیعت صرف اور صرف خدا کی خوشنودی اور رضا کے لئے تھی لہذا اس کا نام "بیعت رضوان" رکھا گیا اسی کے بارے میں خداوند عالم قرآن مجید کی سورۃ فتح آیت نمبر ۲۷ میں فرماتا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریبا۔

خداوند عالم ان لوگوں پر راضی ہے جنہوں نے (حدیبیہ کے) درخت کے نیچے آپؐ کی بیعت کی وہ ان کی (وفا اور خلوص) قلب سے آگاہ تھا کر ان پر اپنی تسکین اور وقار نازل فرمایا اور انہیں نزدیکی فتح کی صورت میں جزا دی۔

آزمائش ضروری ہے

حدیبیہ کا ماجرا در حقیقت خدا کی طرف سے ایک امتحان تھا اور یہ ایک قانون فطرت ہے جو تاریخ بشریت سے آج تک متواتر چلا آرہا ہے کہ خداوند عالم ان لوگوں کو ضرور آزماتا ہے جو اسلام (اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے) کا دعویٰ کرتے

اسی طرح کا امتحان خدا نے جناب ابراہیمؑ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بھی لیا ہے سورہ صافات کی آیت ۱۰۲ تا ۱۰۹ اس بات کی شاہد ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

ابراہیمؑ جو اپنے فرزند کے ہمراہ سعی کے لئے (مکہ) گئے ہوئے تھے، نے کہا کہ بیٹے! میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں (خدا کی راہ میں) قربان کر رہا ہوں اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ (اسماعیلؑ نے جواب میں) کہا: بابا! جیسا آپ کو حکم ملا ہے ویسے ہی کر گزریئے، انشاء اللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے، جب دونوں نے خود کو خدا کے سپرد کر دیا اور حق کے سامنے جھک گئے تو ہم نے اسی حالت میں ان سے خطاب کیا کہ اے ابراہیمؑ! تم نے اپنا فریضہ انجام دے دیا اور ہم نیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں یہ ایک طرح کی آزمائش ہے جو مومنین کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔

اسی طرح کی آزمائش خداوند عالم نے قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلانے کے بعد بھی ان سے کی تھی جونہی بنی اسرائیل موعودہ سرزمین کے نزدیک پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم پر انہیں طاغوتوں کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ان الفاظ میں جواب دیا۔

اذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون ۔

" آپ اور آپ کا پروردگار جائیں اور ان سے لڑیں۔ (مائدہ آیت ۲۴)
ہم تو بس یہیں پر بیٹھے ہیں۔ "

لیکن اس کے برعکس مسلمانوں نے حدیبیہ کے مقام پر اپنے پیغمبرؐ گرامی سے عرض کیا حضورؐ! " آپؐ اور آپؐ کا پروردگار آگے ہوں اور ان سے لڑیں آخری دم تک ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ "

خدا سے لین دین

خداوند عالم اس بیعت کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے جو مسلمانوں نے خلوص دل کے

ساتھ آنحضرت ص کے مبارک ہاتھوں پر کی تھی۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ

یعنی جو لوگ آپ (پیغمبرؐ) کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں)

لفظ بیعت "بیع" سے ہے جس میں عہد و پیمان کے علاوہ "لین دین" کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اس بارے میں قرآن کی سورۃ ۹ ، اور آیت ۱۱۱ ، میں تشریح موجود ہے۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم ۔۔

خداوند عالم نے مومنین کی جانوں کو بہشت کے بدلے خرید لیا ہے ایسے لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں یا تو خدا کے دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیتے ہیں یا خود شہید ہو جاتے ہیں خدا کا یہ سچا اور حقیقی وعدہ ہے جس کا ذکر توریت انجیل اور قرآن میں بھی کیا گیا ہے پھر خدا سے بڑھ کر وعدے کا سچا اور کون ہو سکتا ہے؟

اے مومنین ! تمہیں اس لین دین اور بیعت کی خوشخبری ہو کہ یہ معاہدہ خدا کے ساتھ ہے جو بہت بڑی سعادت اور کامیابی ہے۔

مسلمانوں کے امتحان کا نتیجہ

مسلمان جب اچھی طرح اس آزمائش پر پورے اترگئے تو خداوند عالم نے انہیں اس کا صلہ مسلسل عظیم اور جنگ کے بغیر کامیابیوں کی صورت میں دیا جن میں سے

۱۔ ان پر اپنی تسکین اور وقار کو نازل فرمایا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

فانزل السکینۃ علیھم

۲۔ پیغمبر کا ایلچی قریش کا ایک نمائندہ لیکر اپنے ہمراہ مکہ سے بخیریت واپس لوٹ آیا اور حدیبیہ کے مقام پر فریقین کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا کہ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے اور مسلمان اگلے سال مکہ آکر حج ادا کر سکیں گے

۳۔ اگرچہ مسلمان ابتدا میں اس صلح کی مصلحت کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکے تھے لیکن بعد میں تھوڑے ہی عرصہ میں انہیں معلوم ہو گیا کہ اس کے کتنے فوائد ہیں اور وہ آسودہ خاطر ہو کر کس طرح اپنے دین کا پرچار کر سکتے ہیں، اور دنیا میں اپنا انقلاب صادر کر سکتے ہیں۔؟

۴۔ مسلمانوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ اگلے سال پیغمبرؐ نے گیارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ راہی مکہ ہوئے۔

۵۔ آخر کار بغیر کسی جنگ و جدال کے مکہ کی عظیم فتح ان مخلص مسلمانوں کی بیعت کا نتیجہ تھی جو وہ خدا اور رسولؐ سے کر چکے تھے۔

حضرت محمد مصطفےٰ نو سال کی ہجرت اور جلاوطنی کے بعد دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ پورے شان و شکوہ سے مکہ واپس آئے اور آزادانہ طور پر اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا اور جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں مشرکین کے تین سو ساٹھ بتوں کو موجود پایا آپؐ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

یعنی حق آگیا اور باطل چلا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ باطل تو جانے ہی والا ہے یہ ناپاک بت حضرت علیؑ کے مقدس ہاتھوں سے زمین پر گرا دیئے گئے۔

محمدی انقلاب صادر ہوتا ہے

چونکہ خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا لہذا آنحضرتؐ نے طے کیا کہ اپنے قاصد ہمسایہ ملکوں کے بادشاہوں کی طرف روانہ کریں تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے اس طرح انہوں نے اپنے انسانی اور اسلامی

انقلاب کے صدور کا سلسلہ شروع کر دیا۔

چنانچہ آپؐ نے سب سے پہلے بڑی ہمسایہ حکومتوں کے بادشاہوں کے نام خطوط روانہ کئے آپؐ کے ایلچیوں نے مدینہ کے دروازے دنیا پر کھول دیئے اس طرح عظیم اسلامی انقلاب کے صدور کی راہ ہموار ہو گئی۔

جنگ طائف اور جدید ترین اسلحہ

آنحضرتؐ نے اسلامی انقلاب کی مکمل کامیابی کے لئے شہر طائف کا محاصرہ کر لیا کیونکہ یہ شہر پیداوار کا حامل تھا اور آب و ہوا کے لحاظ سے حجاز کا ایک خوشگوار شہر تھا جہاں طاغوتی اور سرکش افراد عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے اور جنگ حنین کے فراریوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

محاصرہ کے دوران آنحضرتؐ کو بتایا گیا کہ ایک نئی قسم کا اسلحہ تیار کیا گیا ہے جس کا نمونہ یمن میں موجود ہے اور اسے "دبابہ" کہتے ہیں (جو آج کے دور میں قلعہ شکن ٹینک کی صورت میں تھا) سلمان فارسیؓ اور یزید بن زمعہ کو حکم ملا کہ وہ یمن جا کر یہ اسلحہ بنانے کا طریقہ سیکھیں (۲)

کہا جاتا ہے کہ جناب سلمان فارسیؓ نے اس کے بنانے کا طریقہ سیکھ لیا چنانچہ آنحضرتؐ نے اسی اسلحہ کو جنگ میں استعمال کیا (۳) چنانچہ ۲۵ یا ۳۰ دن کے محاصرے کے بعد شہر آپ کے ہاتھوں سقوط کر گیا اور تمام لوگوں نے خود کو آپؐ کے حوالے کر دیا (۴)

رومیوں کا حملہ

حکومت مکہ کا سقوط، اسلام کی کامیابی اور اسلامی انقلاب کے صدور نے خارجی

۱۔ تاریخ سیاسی اسلام صفحہ ۱۳۳۔

۲۔ نقادی صحابہ کبیر سلمان فارسی صفحہ ۱۰۱ – ۱۰۲

۳۔ زندگانی حضرت محمدؐ خاتم النبیین صفحہ ۵۸۳ } ۳۔ تاریخ جنگہائی پیامبرؐ

دشمنوں کو وحشت زدہ کر دیا چنانچہ روم کے بادشاہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ تاکہ اس طرح سے وہ مسلمانوں کی سرگرمیوں کو روک سکے اور اسلامی انقلاب کے روز افزوں بڑھتے سیلاب کے آگے بند باندھ سکے۔

جب آنحضرتؐ کو رومیوں کے فوجی حملہ کی تیاریوں کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ تیس ہزار افراد نے محاذ جنگ پر جانے کے لئے اعلان کیا۔ لشکر اسلام ایک لمبی مسافت طے کرنے کے بعد سرزمین "تبوک" پر پہنچ گیا لیکن خدا کی قدرت سے ان کے دلوں پر مسلمانوں کی شہامت و شجاعت کا ایسا رعب پڑا کہ انہوں نے فرار کو قرار پر ترجیح دی۔ کیونکہ وہ اسلامی جانبازوں کے جوہر شجاعت کو جنگ "موتہ" میں ملاحظہ کر چکے تھے۔

بہر حال وہ اپنے ملک کو واپس چلے گئے اور وہاں جا کر مسلمانوں پر کسی قسم کے حملے کی تردید کرنا شروع کر دی۔

مجاہدین اسلام سربلندی اور سرفرازی کے ساتھ مدینہ واپس لوٹ آئے اور پیغمبرؐ نے اس سفر سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھا دیئے اور انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی جرأت دلادی۔ اور ان کے لئے شام کی فتح کی راہ ہموار کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی رحلت کے بعد مسلمانوں نے جس سرزمین کو فتح کیا وہ شام تھی۔

مسجد ضرار

جنگ تبوک سے واپسی کے بعد پیغمبرؐ کو جس نئی سازش سے روبرو ہونا پڑا وہ مسجد ضرار تھی جو منافقین کے منحوس ہاتھوں سے تیار کی گئی تھی تاکہ وہ اس طرح سے دین اسلام کے نام پر کچھ مسلمانوں کو اکٹھا کر کے آنحضرتؐ کے مقابلے پر لے آئیں اور سیاسی دھڑے بندی کر کے اپنی شیطانی سیاست میں کامیاب ہو جائیں۔

آنحضرتؐ نے حکم خدا سے اس "مسجد" کو گرا دینے کا حکم دے دیا[1] چنانچہ وہ ڈھا دی

(۱) سورۃ توبہ آیت ۱۰۷ تا ۱۱۱۔ اور سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۵۳۰

گئی اور یہ منافق ٹولے کے شیطانی پنجے پر بہت بڑا وار تھا۔

غدیر خم

ہجرت کے دسویں سال پیغمبر اکرم ص مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے تاکہ وہ اس سال آخری حج کی رسومات بجالائیں۔ کوہ عرفات پر آپ ص نے کھڑے ہوکر ایک نصیح و بلیغ خطبہ دیا اور حاضرین کے سامنے قرآن کی آخری سورۃ "مائدہ" کی تلاوت فرمائی اور ان سے الوداع" کی۔ یہ آپ ص کا آخری حج یا حجۃ الوداع تھا۔ حج سے واپسی پر "خم" نامی ایک چشمے کے پاس قیام فرمایا اور (پالانوں کے منبر کی) بلندی پر کھڑے ہوکر حاضرین سے خطاب کے دوران علی ع ابن ابی طالب کا ہاتھ بلند کیا اور لوگوں سے ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"[1]، "یعنی جس میں مولا و حاکم ہوں علی ع بھی اس کا حاکم و مولا ہے"۔

وفات

خاتم الانبیاء آخری حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے ماہ صفر میں بیمار ہوئے اور مختصر سی علالت کے بعد ۲۸ صفر کو اس دنیا سے رحلت فرماگئے آپ ص کی مقدس و پاکیزہ روح اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئی اور عالم اسلام رنج و غم میں ڈوب گیا۔

پیغمبر ص کے بعد

آنحضرت ص کی وفات کے بعد بہت سے مسلمانوں نے کوشش کرکے دنیا جہاں کے

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: صحیح ترمذی ج ۲، ص ۲۹۸، مسند احمد بن حنبل ج ۴، ص ۳۶۱، سنن ابن ماجہ ص ۱۲، مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۰۹، در منثور سیوطی درباره آیت "النبی اولی بالمؤمنین انفسہم" تفسیر فخرالدین رازی دربارہ آیت یا ایہا الرسول بلغ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ج ۵ ص ۲۶، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰، فیض القدیر ج ۶ ص ۲۱۷ نیز "الغدیر" علامہ امینی اس سلسلے میں بہت سے حوالے فراہم کرسکتی ہے۔

مختلف علاقوں کا سفر کیا اور زبانی نہیں بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور اسلامی انقلاب کو نمونے کے طور پر تمام انسانوں کو پیش کیا۔

لیکن ہر دور میں بہت سے ایسے حاکم اور ان کے حواشی بھی گزرے ہیں جو اقتدار حاصل کرنے کے بعد سرکشی پر اتر آئے اور خدا کے مستقیم راستے سے بھٹک گئے انہوں نے خود پرستی اور مادیت کو اپنا مطمح نظر قرار دیا جس کی وجہ سے وہ معنوی ترقی اور حرکت الی اللہ کی راہ طے کرنے سے باز رہے۔

جاہ طلبی، جلب منفعت اور جھوٹے وقار کے حصول کی خاطر اپنے اقتدار کو ظلم و ستم استحصال اور لوٹ مار کا ایک ذریعہ بنالیا۔ ان طاغوتی حکمرانوں کے مقابلہ میں آئمہ ھدیٰ (ع) اولیاء، علماء ربانی جو خدائی صفات اور حق کے زیادہ نزدیک اور خدا کی زمین پر اس کی جانشینی کے زیادہ سزاوار ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے ان کا جرأتمندانہ مقابلہ کرتے رہے ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ وہ اپنی تحریک، شہادت، تعلیم و تربیت اور عملی زندگی سے صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لے آئیں کیو

حضرت امیرؑ کی سیاست

۱ :- امن و اتحاد کی حفاظت :-

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں جو سب سے پہلے انحراف پیدا ہوا وہ آپؐ کے جانشین کے بارے میں اختلاف تھا۔ اگرچہ حضرت علیؑ ہر لحاظ سے خلافت کے سب سے زیادہ سزاوار تھے، کیونکہ وہ دوسرے تمام لوگوں سے بڑھ کر خود پرستی سے دور اور خدا و رسول خدا کے نزدیک تھے۔ اور معنوی طور پر بھی ولایت و خلافت الہیہ کے صحیح حقدار تھے (۱)، اور یہی وہ بنیادی جس کی وجہ سے انہیں حق پہنچتا تھا کہ وہ اجتماعی عدالت کے قیام کے لیئے جان کی بازی لگا کر اقتدار حاصل کرتے اور اس کے ذریعے وہ عوام میں عدل و انصاف کا اجراء فرماتے، لیکن دوسری طرف اسلام اتحاد اور مل جل کر رہنے کا حکم بھی تو دیتا ہے۔ چنانچہ آپؑ جانتے اس کے اس کو تلوار کے ذریعے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے اور سازشی عناصر کے ساتھ مل کر کسی قسم کا

---

۱ :- (اس کی تفصیل مقدمہ ۲ میں آئے گی)

کوئی اقدام کرتے پورے پچیس ۲۵ سال تک بڑی عالی ظرفی کے ساتھ انقلابی صبر کیے رکھا۔ گویا کہ آنکھیں تنکوں سے پر ہو چکی تھیں اور اب حلق میں کانٹے پڑ چکے تھے۔"(۱) پیغمبرؐ کی وفات کے بعد جب سقیفہ میں جب ہو چکی تو ابوسفیان اور کچھ دوسرے لوگ حضرتؑ کے پاس بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے جبکہ ان کا اصل مقصد مسلمانوں کے اختلاف کو ہوا دینا تھا۔ تو آپؑ نے انہیں سختی سے ڈانٹ کر فرمایا کہ

لوگو! فتنوں کی کوہ پیکر موجوں کو نجات (علم، ایمان اور اتحاد) کی کشتی چیر ڈالو اختلاف وانتشار کی راہ سے باز آجاؤ اور فخر و غرور کا تاج اپنے سروں سے اتار پھینکو۔"(۲)

انہوں نے جہاد بالنفس کے ذریعے امن وسکون کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر مسلمانان عالم اور ان کے راہنماؤں کیلئے ایک مثال قائم کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنے اندرونی اختلاف میں پڑنے کی بجائے اپنے عالمی انقلاب کو صادر کرنے کی فکر میں لگے رہے۔ اور بہت تھوڑے سے عرصے میں بڑی بڑی فتوحات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بڑی تیزی کے ساتھ شمالی شام اور فلسطین تک جا پہنچے۔ ۱۳ھ میں دمشق کو فتح کیا۔ اور ساسانیوں کو قادسیہ میں شکست دی۔ مصر کو روم کی شہنشاہیت کے پنجے سے چھڑانے میں کامیاب ہوئے۔ اور عراق کو اپنی قلمرو میں شامل کیا لیکن اس کے برعکس جب مسلم عوام کے بے پناہ اصرار پر آپ خلافت کی باگ ڈور سنبھالتے ہیں تو آپ کے کچھ مخالف جو الٰہی سیاست سے بے بہرہ تنگ نظری اور کوتاہ فکری کا شکار تھے، اتحاد واتفاق کا ثبوت دینے کی بجائے اندرونی اختلافات، داخلی جنگ اور برادرکشی پر اتر آئے اور ہزار ہا لوگوں کو اپنی جاہ طلبی اور حصول اقتدار کے بھینٹ چڑھا دیا۔

۲:- الٰہی سیاست کا احیاء:-

حیوانی اور شیطانی سیاست کے مقابلہ میں حضرت علیؑ اور الٰہی سیاست کا مظہر تھے۔ وہ ہر وقت اپنے نمائندوں، بزرگوں اور دیگر کارندوں کو خود غرضی کی بجائے دوسروں کا غم بٹانے اور ان سے پیار و محبت کے ساتھ رہنے کی تاکید فرماتے رہتے (۱) وہ ہمیشہ استبداد رشوت، دوسروں کے حقوق پامال کرنے اور بیت المال کو لوٹنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا کرتے تھے؟ خدا کی قسم اگر مجھے ساتوں آسمان اور جو کچھ ان کے نیچے ہے صرف اس لئے دیئے

---

(۱) نہج البلاغۃ ۲۷ (۲) نہج البلاغۃ خطبہ ۲۱۵

جائے کہ میں چیونٹی کے منہ سے جَو کا چھلکا چھین لوں تو ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ (۲۴)

۳ :۔ انسانی حقوق کا احیاء !۔

حکمرانوں کا عوام سے کس طرح تعلق ہونا چاہیے؟ اس بارے میں آپ اپنے مصر کے گورنر جناب مالک بن اشتر نخعی کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

تم اپنے دل کو عوام کے لیے مہربانی، خندہ پیشانی، مہر و محبت، اور نیکی کا مرکز بنا لو۔ دیکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے ساتھ وحشی درندوں کا سا سلوک کرنے لگ جاؤ اور انہیں اپنا نوالہ بنانے لگو۔ کیونکہ یہ دو قسموں سے باہر نہیں یا تو وہ مسلمان اور تمہارے دینی بھائی ہیں اور یا غیر مسلم اور آفرینش میں تمہارے شریک ہیں۔

۴ :۔ رہبر اور ملت کے فرائض !۔

حکمران اور عوام کے باہمی فرائض کے بارے میں فرماتے ہیں۔

لوگو! کچھ تمہارے حقوق میری گردن پر ہیں اور کچھ میں تم پر حقوق رکھتا ہوں۔ تمہارے حقوق مجھ پر یہ ہیں۔

۱ :۔ تمہیں نصیحت، ہدایت، اور راہنمائی کروں!

۲ :۔ قدرتی ذخائر اور عمومی سرمایہ کی فراوانی کروں!

۳ :۔ تعلیم عام کر کے جہالت کو دور کروں۔

۴ :۔ تمہاری تربیت کروں اور مؤدب بناؤں اور جو میرے حقوق تم پر بنتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۵ :۔ تم نے میری جو بیعت کی ہے اس کو پورا کرو اور جس بات پر بیعت کی اس پر عمل کرو۔

۶ :۔ میرے حق میں اور آپس میں خیر خواہی برقرار رکھو!

۷ :۔ جب میں تمہیں نیک کاموں کی طرف بلاؤں تو میری آواز پر لبیک کہو!۔

۸ :۔ میرے احکام کی اطاعت کرو۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۳۴)

۵ :۔ تحریکوں کے بارے میں :۔

امیر المومنین تحریکوں اور ان کے رہبروں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دو قسم کے لوگوں نے صحیح راہ کا انتخاب کیا ہے!۔

۱:۔ جس نے کافی تعداد میں افرادی قوت اور مادی امکانات رکھتے ہوئے تحریک چلائی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔

۲:۔ جس نے کافی امکانات نہ رکھنے کی وجہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور عوام کو کسی بھی آزمائش میں نہ ڈالا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"لوگوں پر حکومت بدبو دار پانی کی مانند ہے یا اس لقمہ کی طرح ہے جو حلق میں اٹک کر رہ جائے جو شخص پھل کو پکنے سے پہلے توڑ لے اس شخص کی طرح ہے جو بیابان یا شور زمین میں بیج بوتا ہے۔ (۱)

سیاست امام حسنؑ

امام حسن علیہ السلام کو ایسے حالات سے دو چار ہونا پڑا جن کے تحت آپؑ کو مجبوراً حضرت معاویہ کے ساتھ صلح کرنا پڑی۔ کیونکہ اس دور کے لوگ اس قدر سیاسی بصیرت نہیں رکھتے تھے کہ وہ آپؑ اسلامی تحریک کو پروان چڑھانے میں آپ کا ساتھ دے سکیں، لہٰذا آپؑ نے معاویہ سے صلح کر کے لوگوں کی بصیرت اور ان کی سیاسی اور فکری تربیت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تاکہ وہ اس طرح سے ایسے افراد کو تیار کر سکیں جو آگے چل کر تحریک کے لیئے کار آمد ثابت ہوں گے یہی وجہ ہے کہ امیر شام نے آپؑ کو زہر دلا کر شہید کر دیا۔

انقلاب امام حسینؑ

امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں اپنے زمانے کا طاغوت (معاویہ) اس قدر راہ راست سے بھٹک گیا کہ اس خلافت کو ایک خاندانی بادشاہت میں تبدیل کر دیا۔ اس نے خلافت کو ایک خاندانی بادشاہت کو اپنے بیٹے یزید کے لیئے لوگوں سے زبردستی بیعت لیکر اسے اپنا جانشین بنا دیا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس کے خلاف آواز اٹھائی جو ایک خالص اسلامی تحریک کی صورت میں تبدیل ہو گئی اور آپؑ نے ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا جو آج تک ایک زبردست تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

آپ کی اس تحریک سے معاویہ کے بیٹے کی بساط خلافت الٹ گئی

آپ نے یہ عظیم کارنامہ انجام دے کر مسلمانوں کو ایثار و شہادت اور ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے اور تحریک چلانے کا ناقابل فراموش درس دے دیا۔ اور اپنے اور اپنے عزاؤں کے خون سے شجر اسلام کی اس طرح آبیاری کی کہ آج تک تر و تازہ ہے اور قیامت تک شاداب رہے گا

دوسرے آئمہؑ کا دور

حضرت امام سجادؑ، امام محمدؑ، امام جعفر صادقؑ اور دوسرے آئمہ علیہ السلام ہر ایک اپنے اپنے ادوار میں مختلف انداز میں لوگوں کی تعلیم تربیت اور ذہنی پرورش کرتے رہے انہوں نے ظلم و طاغوت کی حکومتوں کے مقابلہ کے لیے عوام کی معلومات میں اضافہ کی ہر ممکن کوشش کی۔ وہ اپنے پیروکاروں اور شاگردوں کو کبھی تو تحریک چلانے کا درس دیتے اور کبھی دعا و مناجات اور کبھی تعلیم و تربیت کے ذریعہ انہیں "نفسانیت" کے گہرے کنوئیں سے نکل کر خدا کی طرف متوجہ ہونے کا سبق پڑھاتے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام آئندہ کے لیے حکومت چلانے کے لیے اہل اور لائق افراد کی تربیت کرتے رہے۔ وہ اپنے دور میں حاکم اور قاضی بھی مقرر فرمایا کرتے تھے (۱)

حضرت رضا سلام اللہ ظاہری مشکلات اور معنوی مصیبتوں کے باوجود کسی قسم کا تفرقہ ایجاد کیئے بغیر آرام کیئے آگے بڑھتے رہے انہوں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ امن و سکون کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے "(۱)، چونکہ آئمہؑ نے کبھی بھی کسی طاغوت کے ساتھ کسی قسم کا سودے بازی نہیں کی بلکہ ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ انہیں راہ راست کی ہدایت کریں اور لوگوں کی معلومات کو بڑھاتے رہے لہذا تمام آئمہؑ اپنے زمانہ کے طاغوت کے ہاتھوں یا تو زہر سے اور یا تلوار سے شہید کر دیئے جاتے۔ اور امام زمانہ (عج) جن کی تشریف آوری کا انتظار ہے نے فقہائے عادل اور علماء حقہ کو عوام پر اپنی حجت قرار دے دیا تھا (۲)

---

(۱) از خطاب امام خمینی بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء (۲) وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۱۰۱ کتاب القضا الباب ۱۱ الحدیث ۹۔

علمائے حق کا دور

بارہویں امام کی غیبت کی بعد ان کے نائبین اور علماء حقہ بھی اپنے اپنے زمانہ میں ظالم اور طاغوتی حکمرانوں سے مقابلہ کے ساتھ ساتھ عوام کی ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور ظلم و جبر کے خلاف آواز بلند کرتے رہے یہاں پر ہم نمونہ کے طور پر ان چند علماء کا ذکر کرتے ہیں جو ان آخری سو سالوں میں حکام جور کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے ۔

معتبر تاریخیں گواہ ہیں کہ پیغمبر اسلام ؐ کی رحلت کے بعد سے آج تک جنہوں نے لوگوں کے دین کو بچایا ہوا ہے اور ستمگر بے مہار کی مانند افراد کی یاوہ گوئیوں کا جواب دیتے رہے ہیں یہی علماء ہی تو ہیں ۔ (امام خمینی کشف الاسرار ص)

موجودہ صدی کی مختصر تاریخ

میرزا شیرازی اوّل :-

تقریباً سو سال پہلے قبل جب ایران، اغیار کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ ایک پیر مرد (بنام میرزائے بزرگ رحمت اللہ علیہ) نے عراق کے ایک گاؤں (سامرہ) سے صرف ایک سطر تحریر کی جس کے سامنے داخلی اور خارجی کوئی بھی طاقت نہ ٹھہر سکی۔

اغیار نے تمباکو کو "قرارداد" کے ذریعہ ایران کو تقریباً اپنا قیدی بنا لیا تھا اور مرحوم میرزا بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک سطر لکھی کہ تمباکو حرام ہے ۔

تمام لوگوں حتیٰ کہ اس ظالم (لیٹرے شاہ) کے حرم سرا سے وابستہ افراد پر بھی اس کا اثر ہوا اور لوگوں نے اپنے حقے توڑ دیئے۔ بلکہ بعض مقامات پر تو گراں قیمت تمباکو کو کوچوں اور میدانوں میں آگ لگا دی۔ چنانچہ جابر شاہ اور انگریزوں کے درمیان جو قرارداد منعقد پائی تھی ناکام ہوگئی ۔ (۱)

(۱) امام خمینی بتاریخ ۳۰/۸/۵۹

(۱) سنہ ۱۲۶۹ھ میں ناصرالدین شاہ قاچار نے انگریزوں کے ساتھ کچھ معاہدے کئے تھے جن میں تمباکو کا معاہدہ بھی شامل تھا۔ عوام اس معاہدہ کے نقصانات سے بالکل بے خبر تھے اس وقت لوگوں کو ملک کے نفع و نقصان سے کوئی تعلق و دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی انہیں سرکاری کاموں سے کوئی سروکار تھا اور نہ ہی وہ حکومت پر کسی قسم کی نکتہ چینی کر سکتے تھے لیکن علماء نے اپنی دینی بصیرت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی بدولت لوگوں کو اس معاہدہ کے نقصانات سے آگاہ کرنا شروع کیا۔

یہ معاہدہ سو فیصد ایران کے مفادات کے خلاف تھا کیونکہ ملک میں تمباکو کی جس قدر بھی پیداوار ہو اسے ملک کے اندر اور باہر صرف انگریزوں کو بیچنے کا حق تھا۔ بلکہ سمجھوتے کے تحت ملک کے تمباکو کی تمام پیداوار کے بدلے ایران کو سالانہ پندرہ ہزار پونڈ ادا کیئے جانے طے پائے تھے جس کا ایک چوتھائی حصہ حکومت کے ساتھ مخصوص تھا۔ چنانچہ علماء کی قیادت میں عوام نے اس معاہدے کے خلاف زبردست احتجاج کیا رفتہ رفتہ ان احتجاجوں کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا اور اس نے ایک ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر لی۔

پہلے تو تبریز میں اس کے خلاف مظاہرے ہوئے پھر اصفہان اور تہران میں مظاہرے کیئے گئے پھر جگہ جگہ علماء پیش پیش رہے۔ تبریز میں حاجی میرزا جواد نے اصفہان میں آقا نجفی نے ایران میں میرزا حسن آشتیانی ان مظاہروں کی قیادت کی۔

مرجع عظیم الشان آیۃ العظمیٰ میرزا حسن شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے سامرے سے شاہ کو ایک ٹیلی گرام کے ذریعہ اس معاہدہ کے ناخوشگوار نتائج سے خبردار کیا۔ اور اس سے معاہدہ کے منسوخ کر دینے کی درخواست کی۔

شاہ ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟۔ پہلے تو اس نے انگریزوں سے تمباکو کی داخلی تجارت کے حقوق واپس لے لیئے مگر نہ تو علماء اس پر راضی ہوئے اور نہ ہی عوام، انہوں نے اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔

اب علماء نے ایک اور راستہ اختیار کیا جس کا، انگریز کمپنی سے کوئی تعلق نہ تھا،

بلکہ عوام سے براہ راست اس کا تعلق تھا اور وہ یہ کہ عوام کو تمباکو نوشی سے باز رکھا جائے۔ اسی بنا پر آقای شیرازی نے تمباکو کی حرمت کا فتویٰ صادر کر دیا۔

جونہی یہ فتویٰ ٹیلی گراموں کے ذریعے مختلف شہروں میں پہنچا ہر جگہ عوام نے اس کا بدل و جان استقبال کیا۔ تمباکو فروشی کی دکانیں بند ہو گئیں حقے ایک طرف پھینک دیے گئے اس فتویٰ کی تاثیر نے تمام غیر ملکیوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس مرحلہ پر شاہ نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہا چنانچہ اس نے میرزا آشتیانی کو پیغام بھیجا یا تو وہ حقہ کا استعمال شروع کریں یا تہران کی سکونت ترک کر دیں۔ انہوں نے تہران چھوڑنا منظور کر لیا۔ لیکن جب عوام کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور انہیں شہر نہیں چھوڑنے دیا۔ چھ ماہ تک مظاہروں اور ہنگاموں کا یہ سلسلہ جاری رہا بالآخر مجبور ہو کر شاہ کو یہ معاہدہ منسوخ کرنا پڑا۔ معاہدے کی منسوخی کے ساتھ ہی مظاہرے اور ہنگامے ختم ہو گئے لیکن چند مہینوں کی اس تحریک نے لوگوں کے شعور اور اطلاعات و معلومات میں بڑی حد تک اضافہ کر دیا اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ "انقلاب مشروطہ" کا قیام عمل میں آ گیا۔

(تاریخ مشروطہ ایران ایڈیشن ۱۳۔ ج ۱۔

ص ۱۵ تا ۱۷۔

میرزا شیرازی دوم

اور پھر جب انگریزوں نے عراق پر دھاوا بول دیا اور اسے اپنے استعمار کی لپیٹ میں لینا چاہا تو ایک بڑے آدمی نے لوگوں کو دفاع کا حکم دیا، عوام اٹھ کھڑے ہوئے اور ملت اسلامیہ کو استعمار کے پنجے سے نجات دلادی۔

یہ ایک پیر مرد کی طاقت تھی اور وہ میرزائے شیرازی دوم مرحوم آقا میرزا محمد تقی تھے (۱) امام خمینی

(۱) میرزا شیرازی دوم ۱۲۳۸ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے کربلا میں تربیت پائی اور سامرا میں سکونت اختیار کی، انہیں میرزائے اول کی شاگردی کا شرف حاصل تھا میرزا شیرازی اول کی وفات کے بعد نجف اشرف کے علماء نے مرجعیت کی ذمہ داری انہیں کے سپرد کی انہیں سالوں کی بات ہے جب اسلامی ممالک پر استعمار کے قبضہ کو تقریباً پچاس سال گزر چکے تھے اور اس دوران ان اسلامی ملکوں کے گوشہ و کنار میں ذمہ دار علماء لوگوں کو بیدار کرنے اور استعماریوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔

مصر میں الطہاری، حلب میں کواکبی، ہندوستان میں سید امیر علی اور ایران اور دوسرے علاقوں میں سید جمال الدین اسد آبادی، ملا محمد کاظم خراسانی، شیخ عبد اللہ، زنجانی اور الحاج میرزا حسین خلیلی اور عراق میں میرزا تقی شیرازی، انگریز سامراج کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

انگریز سامراج چاہتا تھا کہ اپنے ناپاک حیلوں سے کاکس کو عراق کے سربراہ کی حیثیت سے ملت عراق کی گردنوں پر مسلط کر دے چنانچہ میرزا شیرازی دوم مرحوم میرزا محمد تقی شیرازی نے ایک فتویٰ جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ

"کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کی حکومت کو قبول کرے..."

فتویٰ صادر ہوتے ہی عوام اٹھ کھڑے ہوتے اور یہاں سے عراق میں انقلاب کا آغاز ہوجاتا ہے ادھر میرزا شیرازی نے مخفی طور پر علماء کی ایک کونسل تشکیل دی جس میں شیخ مہدی خالصی، سید ابوالقاسم کاشانی، سید ہبۃ الدین شہرستانی جیسے علما شامل تھے۔

کونسل نے تجویز کیا کہ حکومت برطانیہ کو لکھا جائے کہ وہ عراق کی مستقبل حیثیت کو سرکاری طور پر تسلیم کرے اگر اس نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر کوئی اقدام کیا جائے۔

میرزا مرحوم نے شیعہ قبائلی سرداروں کے نام خطوط روانہ کئے جن میں کہا گیا تھا کہ وہ انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں ادھر ایک بیان میں بھی جاری کردیا گیا جس میں عوام سے کہا گیا تھا کہ وہ پرامن مظاہروں کا سلسلہ شروع کریں۔

انگریز کو اپنی طاقت کا گھمنڈ تھا اس نے اس خط کو ہرگز در خور اعتناء نہ سمجھا پھر سختی سے مظاہروں کو دبانا چاہا لیکن میرزا شیرازی نے اپنی سیاسی و سماجی بصیرت کے پیش نظر یہ مشہور فتویٰ صادر کیا۔

"عراقی عوام پر اپنے حقوق کا مطالبہ واجب ہے انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے" امن عامہ کی صورتحال کو بھی مدنظر رکھیں لیکن اگر انگریز حکومت ان کے مطالبات کو تسلیم نہ کرے تو وہ اسلحہ سے استفادہ کرتے ہوئے دشمن کے ساتھ جنگ کرسکتے ہیں۔۔۔"

انگریزوں کے تسلط کے خلاف عراق کے انقلاب کا باقاعدہ آغاز اسی مشہور فتوے سے ہی ہوگیا تھا مرحوم شیرازی نے اس انقلاب میں نہایت ہی قابل قدر خدمات انجام دیں جو عراقی انقلاب کی تاریخ میں آج بھی نمایاں طور پر لکھی جاتی ہیں۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "اعیان الشیعہ" تالیف علامہ سید

محسن امین "الاعلام" زرکلی ج ۶ ، صہ ۸۸ و صہ ۲۸۹ "ثورۃ النجف" اور کتاب بیدار گران اقالیم قبلہ تالیف استاد محمد رضا حکیمی۔

۳ دوران مشروطہ علماء کا کردار

مشروطہ کے سلسلے میں چند معمم اور علماء نے تہران میں اس وقت کی استبدادی اور خود سر حکومت کو زیر و زبر کر کے مشروطہ حکومت کو برقرار رکھا ہو ان مسائل میں جو لوگ مخالف تھے وہ بھی آرام سے نہیں بیٹھے بلکہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اگر ان سب کو بیان کرنا شروع کر دوں تو بہت طول ہو جائے گا۔

۴۔ مرحوم شیخ فضل اللہ۔ (۱)

اسی مشروطہ کے سلسلے میں مرحوم شیخ فضل اللہ کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں انہی کی کوششوں سے آئین کی تکمیل ہوئی وہ آخر دم تک اس بات پر ڈٹے رہے کہ مشروطہ کو شریعت کے مطابق اور قوانین کو اسلامی ہونا چاہیئے۔

غیر ملکی ایجنٹوں نے جب دیکھا کہ علماء میں اس قدر قدرت پائی جاتی ہے تو انہوں نے شیخ فضل اللہ کو جو مجاہد، مجتہد اور بلند مرتبہ کے حامل تھے، توپخانہ چوک میں مجمع کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا۔ امام خمینی بتاریخ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۸۱ء

وہ ایران میں ایک عظیم دینی مرجع کی حیثیت سے تشریف لے آئے اور تہران میں سکونت اختیار کی، استعماری قرارداد "رژی سمجھوتہ" کے خلاف عوامی تحریک اور قاچار

(۱) مرحوم شیخ فضل اللہ نوری متولد ۱۲۵۸-۹ ھ میرزا شیرازی کے شاگرد تھے ان کا شمار نجف اشرف کے صف اوّل کے مراجع میں ہوتا تھا۔

حکومت کے استبداد کے خلاف علماء کی تحریکوں میں شریک ہو گئے اور موثر کردار ادا کیا۔

"حکومت مشروطہ" کے برقرار کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے بلکہ وہ حکومت مشروطہ کے بانیوں میں سے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ مغربیت کا شکار قوم پرستوں کا ایک گروہ اغیار کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے اور انگلستان، فرانس اور بلجیم کے سفارتخانے اس کٹھ پتلی ٹولے کے ذریعے مغرب کے نام سے ہونے قوانین کے ایک مجموعہ کو آئین "مشروطہ" کے نام سے ایرانی عوام پر مسلط کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے خود کو اس ٹولے سے جدا کر لیا اور اعلان کر دیا کہ

ان کی دوررس نگاہیں "مشروطہ" کے پردے میں ایک نئے استبداد کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں انہوں نے حضرت امام عبدالعظیم ع کے صحن میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

" میں اپنی اس نیم جان زندگی کو اسلام پر قربان کرنے کے لئے تیار کر رکھا ہے پارلیمنٹ میں قانون سازی کی بنیاد اسلام اور سنت خیر الانام (ص) ہونا چاہیئے اور کسی بھی وقت ان اصولوں سے انحراف نہیں کرنا چاہیئے اور یہ بھی واضح ہے کہ ایسے قوانین کی تشخیص علمائے اسلام ہی کر سکتے ہیں، کسی اور کے بس کا روگ نہیں۔

میرے بھائیو! آپ بیدار رہیں، خبردار رہیں، ہوشیار رہیں، اس بات کی ہرگز اجازت نہ دیں کہ جس اسلام کو آنحضرت (ص) نے تکلیفیں اٹھا کر، آئمہ اطہار ع نے مقدس خون دیکر اور شہداء اسلام نے جان کی قربانی دے کر ہم تک پہنچایا ہے تیرہ سو سال بعد وہ ہم سے مفت میں چھین لیا جائے اور وہ بھی اس بہانے سے کہ تمہاری دنیا کو آباد کر رہے ہیں حالانکہ اس طرح تو دنیا کبھی آباد ہوئی ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے مگر یہ کہ "معاد" کا بالکل انکار کر دیں اور دنیاوی زندگی کو ہی دنیا سب کچھ سمجھ لیں... علیکم بطلب القانون الاسلامی... الخ تمہیں اسلامی قوانین کا مطالبہ کرنا چاہیئے، کیونکہ اسی میں تمہاری دینی اور دنیاوی بھلائی کا راز مضمر ہے احکام الہی کے نفاذ میں اسلامی قوت کا راز

پنہاں ہے اور تہذیبی و بنیادی مشکلات کا علاج بھی انہی قوانین میں موجود ہے۔

علماء کا کردار
رضا خان کے دور میں

سامراجی اور طاغوتی عناصر جو کہ علماء حقہ سے منہ کی کھا چکے تھے اپنی شیطانی چالوں سے باز نہ آئے بلکہ انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں علماء کی عظیم روحانی طاقت کو ختم کرنے کے لئے صرف کرنا شروع کر دیں اسی غرض سے انہوں نے اپنے کٹھ پتلی اور ملک کے غلام رضا خان کا انتخاب کیا آج سے چالیس سال قبل امام خمینی لکھ چکے ہیں۔

" ... یہ اور ان کی طرح باطل عقیدہ رکھنے والے دوسرے افراد چونکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر ان کے ساتھ معاشرے میں کوئی پنجہ آزمائی کر سکتا ہے تو وہ صرف علماء دین ہیں وہ اپنے زہریلے مقاصد کی پیشرفت کے لئے جس چیز کی فوقیت کے قائل ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے اپنی یاوہ گوئی، دروغ پردازی، تہمت اور افتراء کے ذریعے علماء حق کو بدنام کر کے عوام کو ان سے جدا کر دیا جائے اور انہیں لوگوں کے سامنے حقیر اور ذلیل کیا جائے علماء کا اثر و رسوخ ان سے کم کر دیا جائے تاکہ ہر قسم کی لوٹ مار کا میدان ان کے لئے صاف ہو جائے اور وہ کھل کر ایک مظلوم قوم کے جان و مال اور عزت و ناموس سے کھیلتے رہیں دگر معتبر تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد سے اب تک جن لوگوں نے عوام کے دین کو بچایا ہے اور ان مختلف بے مہار کی بات خود سرانہ کی یاوہ گوئیوں کا جواب دیتے آرہے ہیں وہ علماء ہی تو ہیں۔

ایران اور دین کے دشمن کے ان بیس سالوں میں رضا خان کا اصلی ہدف علماء ہی رہے ہیں اس نے علماء پر جتنا ظلم کیا ہے دوسروں پر اتنا نہیں، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر تشدد کے ذریعے ان کے گلے نہیں گھونٹے گا اور ہر طرف میں موجود

علماء کی زبانیں نوک نیزہ سے بند نہیں کرے گا تو وہ اس کے پلید مقاصد کی مخالفت سے باز نہیں آئیں گے جو مقاصد ملک اور دین کے مفادات کے خلاف ہیں اور اس وقت اسکے ماتحت حکمران یا تو اسکے خصوصی خدمت گار تھے اور ان پلید مقاصد میں اس کے شریک تھے یا ضعیف النفس اور ڈرپوک تھے۔

مرحوم مدرس اور دیگر علماء کا دور

رضا خان کے دور میں مرحوم مدرس ہو گزرے ہیں رضا خان نے ان کے ساتھ خصوصی رابطہ قائم کر رکھا تھا لیکن جب اسے معلوم ہو گیا کہ وہ ان کو نہ تو لالچ سے اور نہ ہی دھمکیوں سے کسی بھی صورت میں قانع نہیں کر سکتا نہ ہی ان اور نہ ہی ان کی طرح کے دوسرے علماء کو۔ اب اس نے سمجھ لیا کہ اپنے " آقایان ولی نعمت " کے منصوبوں کو کس طرح عملی جامہ پہنائے (۱)

(۱) مرحوم سید حسن مدرس ۱۳۰۷ھ میں اردستان کے سرسبز پہاڑی دامن میں موجود "سرابہ" نامی گاؤں میں پیدا ہوئے ۶ سال کے سن میں اپنے والد کے ہمراہ "قمشہ" نامی ایک مقام پر چلے گئے۔ چودہ سال کی عمر میں عربی اور فارسی کی ابتدائی معلومات حاصل کرنے کے بعد اصفہان آگئے۔ اور یہاں کے "مدرسہ جدہ" نامی ایک دینی مدرسے میں داخلہ لیا اور اسلامی علوم، دیانت، بزرگی، آزادی اور قناعت کا درس سیکھنا شروع کر دیا۔

بڑے بڑے جاگیرداروں اور "صمصام السلطنۃ بختیار" جیسے ڈکٹیٹروں سے ان کا مقابلہ شروع ہو گیا انجام کار صمصام السلطنۃ نے ان کی جلاوطنی کے احکامات جاری کر دیئے ان کی جلاوطنی کو ابھی ایک رات بھی نہیں گزر پائی تھی کہ اصفہان میں ہنگامے شروع ہو گئے صمصام کو مجبوراً یہ احکام واپس لینے پڑے اور ان سے معافی مانگنا پڑی۔

اس ماجرے کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ دشمنوں نے قاتلانہ حملے کی غرض سے ان پر کئی فائر کئے لیکن خدا کی قدرت سے وہ بال بال بچ گئے ان کے مخلصانہ مجاہدات کا یہ نتیجہ نکلا کہ علماء اسلام نے انہیں اسمبلی میں پاس ہونے والے قوانین کو اسلامی قوانین سے ہم آہنگ رکھنے کے لئے ممبر منتخب کر کے قومی اسمبلی بھیج دیا ۱۳۲۸ھ میں مرحوم قومی اسمبلی کے دوسرے عام انتخاب میں صف اول کے ان پانچ علماء میں سے ایک تھے جنہیں اسمبلی کا ممبر منتخب کیا گیا تھا۔

اسمبلی کے دوسرے عام انتخابات کے بعد اسمبلی کی مدت پوری ہونے کے نزدیک تھی کہ روس نے ایران کو ۴۸ گھنٹے کا الٹی میٹم دے دیا کہ اگر اس کی پیش کش کو ۴۸ گھنٹے کے اندر تسلیم نہ کیا گیا تو قزوین کی طرف سے ایران پر حملہ کر کے تہران پر قبضہ کر لیا جائے گا۔" جبکہ ایران میں روس کا نفوذ انتہا کو پہنچ چکا تھا اور ایران کے ایک علاقہ میں اسکی فوجوں کا قبضہ بھی تھا۔

حکومت وقت نے پارلیمنٹ پر زور دیا کہ وہ روسی پیش کش کی باقاعدہ منظوری دے دے ایک امریکی مورخ لکھتا ہے۔

" ایک مولوی (مرحوم آقا مدرس) ہاتھ میں عصا لئے اسمبلی کے ٹریبون تک پہنچ گئے اور ارکان اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

" اب جب نوبت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ہم سب ختم ہو جائیں، تو پھر اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کے اس محضر نامے پر دستخط کیوں کریں۔" ان کی اس مخالفت سے مجلس کو جرات مل گئی اور اس نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور روس بھی کوئی مداخلت نہ کر سکا۔"

تو علماء ایسے ہوتے ہیں۔ یک لاغر و نحیف عالم چند ہڈیوں کا مجموعہ نے روس ایسی جابر طاقت کی پیش کش اور الٹی میٹم کو ٹھکرا دیا۔۔ (امام خمینی ۲ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ

مرحوم مدرس ترکیہ کی طرف ہجرت کر گئے اور دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ پر ایران واپس آگئے یہاں پہنچ کر انہیں "وثوق الدولہ اور انگلستان کے درمیان طے پانے والے ۱۹۱۹ء کے رسوائے کن سمجھوتے کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے عوام کو اس معاہدے کی برائیوں سے باخبر کرنا شروع کر دیا عوام میں سیاسی شعور پیدا ہو گیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی رہبری میں ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور بازار بند ہونے لگے لوگوں میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ انقلاب کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ وثوق الدولہ کو وہ معاہدہ منسوخ کرنا پڑا۔

آزادی خواہ مبصرین کے مطابق اس معاہدے کے ذریعے وثوق الدولہ صاحب نے ہر ایرانی کو سو دینار کے بدلے انگریز کے ہاتھوں بیچ دیا تھا چنانچہ معاہدہ منسوخ ہو گیا اور وثوق الدولہ کی کابینہ بھی معزول کر دی گئی۔

اسمبلی کے چوتھے سیشن میں رضا خان کو مرحوم مدرس کا سامنا کرنا پڑا مجلس ہی میں مرحوم نے رضا خان کی خودسری، عوام دشمنی اور آمریت پر کڑی نکتہ چینی کی، سرکاری دباؤ اور رضا خان کی فوجی حکومت کی سختیاں اس حد تک پہنچ گئیں کہ ارکان اسمبلی کو مجبوراً ان پر تنقید کرنا پڑی۔ لیکن ان کے اعتراضات عموماً ذو معنی اور خوف و ہراس کے عکاس ہوا کرتے تھے لیکن مدرس مرحوم کمال بے نیازی سے ان اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے کہتے تھے۔

آخر تم ڈرتے کیوں ہو؟ کیوں گول مول باتیں کرتے ہو؟ ہمیں رضا خان کا ذرہ بھر بھی ڈر نہیں ہے۔ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ ہم بادشاہ کو بھی معزول کر سکتے ہیں۔ اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارشل لا ہٹانا پڑا اور رضا خان نے اپنے استعفیٰ کا اعلان کر دیا۔

چند روز بعد پارلیمنٹ نے "مستوفی الممالک" کو ملک کا وزیر اعظم منتخب کیا وہ ایک پاک دل اور شریف آدمی تھے لیکن مدرس مرحوم نے ان کی بھی مخالفت کی۔ ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا "آقائے مستوفی جواہرات سے مرصع ایک تلوار ہیں جسے جشن اور اسلام کی حفاظت

میں کمر سے لٹکایا جا سکتا ہے جبکہ ہمیں آج برّاں اور فولادی شمشیر کی ضرورت ہے جسے جنگ کے دنوں میں ہاتھوں میں لیا جائے۔

مدرس کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ مستوفی الملک وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے میں ناکام ہو گئے اور استعفا دے دیا۔

۱۹۲۳ء میں احمد شاہ قاچار نے مجبور ہو کر " رضا خان " کو وزیر اعظم منتخب کیا اس دوران اسمبلی کے ٹاؤٹ لکان، جنہوں نے اس فوجی ڈکٹیٹر کو ملک کا صدر بنانے کے وعدے دیئے ہوئے تھے اچانک شور مچانا شروع کر دیا کہ ملک کو جمہوری ہونا چاہیئے۔

اس بہت بڑی سیاسی شکست سے رضا خان کے حوصلے بڑھ گئے اب اس کی جرأت اس حد تک پہنچ گئی کہ اس نے دہشت گردوں کا ایک گروپ تیار کیا کہ وہ مدرس کو شہید کر دے چنانچہ ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور کئی گولیاں ان کے بدن میں پیوست ہو گئیں حملے سے اس مجاہد کے حوصلے پست نہیں ہوئے انہوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا :۔

مطمئن رہو، میری موت اس حملے سے واقع نہیں ہو گی کیونکہ اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے ،،

رضا خان جب مدرس کو ڈرانے دھمکانے اور ان سے سودے بازی کرنے میں ناکام رہا تو انہیں جلا وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا چنانچہ دس سال تک وہ جلا وطنی اور رضا خانی جلادوں کی نگرانی میں رکھنے کے بعد ایک دن جب وہ روزہ سے تھے تو انہیں چائے میں زہر ملا کر دیا گیا اور جب وہ نماز پڑھ رہے تھے تو عمامہ کے ذریعے ان کا گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔

امام خمینی

رضا خانی دور کے امریکی مجرم اس کے بیٹے محمد رضا کو ورثے میں ملے۔

جن کی فہرست مختصراً اس طرح ہو سکتی ہے (۱)

۱۔ صوبائی اور ڈویژنل انتخابات میں اسلامی اصولوں کو درخور اعتناء نہ سمجھا گیا۔

۲۔ اصلاحات اراضی کے نام پر زراعت اور حیوانات کا استحصال کیا گیا۔

۳۔ شاہی حکم پر مدرسہ فیضیہ قم پر پولیس اور فوج کے وحشیانہ حملے سے دینی طلب کو یا تو شہید کیا گیا اور یا شدید زخمی۔

۴۔ فیضیہ کے حادثے میں زخمی ہونے والوں کو جب ہسپتالوں میں داخل کیا گیا تو پولیس کے غنڈوں نے انہیں نکال باہر پھینک دیا۔

۵۔ حوزہ علمیہ قم اور ملک کے دوسرے مدارس کے مبلغین کو تبلیغی خدمات سے باز رکھا گیا اور ساواک " S'A'V'A'K " (سازمان اطلاعات وامنیت کشور) کے ذریعہ انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

۶۔ ۱۵ خرداد ۴۲ شمسی کے مطابق ۵ جون ۱۹۶۳ء کے دن امام خمینی مدظلہ کو گرفتار کیا گیا اور اس گرفتاری پر احتجاج کرنے والے ہزاروں بے گناہوں کا خون بے دردی سے بہایا گیا۔

۷۔ سرمایہ داری نظام کو باقاعدہ منظوری دی گئی اور امور مملکت امریکی جاسوسوں کے عمل دخل کو سرکاری منظوری مل گئی۔

۸۔ امام خمینی کو ترکی اور پھر عراق جلاوطن کر دیا گیا۔

---

(۱) ملاحظہ ہو کتاب " بررسی و تحلیلی از نہضت امام خمینی در ایران " ج ۱ ص ۱۴۱, ۳۶

۹۔ تاجگذاری کی تقریبات پر مو جشن اور سرور کی محفلیں منعقد کی گئیں ان پر بے پناہ دولت خرچ کی گئی۔

۱۰۔ لاکھوں کروڑوں غریب عوام کے خون پسینہ کی کمائی سے حاصل ہونے والی رقم شہنشاہیت کے فضول ڈھائی ہزار سالہ جشن کی تقریبات پر ضائع کر دی گئی۔

۱۱۔ اسلامی کیلنڈر کو شہنشاہی کیلنڈر میں تبدیل کر دیا گیا

۱۲۔ شاہ، شاہی خاندان اور ان کے کاسہ لیسوں کے ذریعہ عوام کے سرمائے کی لوٹ مار کر کے اسے محلات، عشرت کدوں اور فحاشی کے مراکز پر خرچ کیا گیا۔

۱۳۔ جیلوں میں انسانوں سے غیر انسانی سلوک برتا گیا اور انہیں اذیتیں دے دے کر ختم کیا گیا۔

۱۴۔ یونیورسٹیوں پر مسلح حملے کئے گئے اور طلبہ کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا۔

۱۵۔ امریکہ کی کٹھ پتلی اور غاصب حکومت اسرائیل کو ملک کی تقدیر سے کھیلنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی تھی اور مسلمانوں اور بے گھر فلسطینیوں پر ہر قسم کے ظلم و ستم کرنے کے لئے اس جارح حکومت کی ہر ممکن مدد کی گئی۔

۱۶۔ ایک ملکی روزنامہ میں امام خمینی مدظلہ کی شان میں گستاخیاں کی گئیں، جس سے مظلوم و ستم رسیدہ عوام کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی نوبت ہڑتالوں اور مظاہروں تک جا پہنچی نتیجہ میں مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

۱۷۔ امام خمینی کے فرزند ارجمند آیۃ اللہ مصطفیٰ خمینی پر بزدلانہ حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا گیا نیز علماء کی بہت بڑی تعداد کو شہید کیا گیا اور بہت سوں کو کوڑوں سے پیٹا گیا

۱۸۔ قم، مشہد، تبریز، اصفہان، شیراز، کرمان اور دوسرے بہت سے شہروں کے مسلم عوام پر دھاوا بول کر انہیں مولی گاجر کی طرح کاٹا گیا۔

یہ تھیں بھیڑیا صفت باپ کے سنگدل بیٹے کے جرائم کی چند جھلکیاں جو اختصار کے ساتھ پیش کی گئیں ورنہ ان جرائم کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ تفصیل کے لئے کئی کتابوں کی ضرورت ہے

....
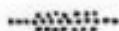
امام خمینی نے اس تمام مدت میں خواہ وہ ایران میں رہے اور خواہ جلاوطنی کی صورت میں کبھی بھی اپنے فرائض سے غافل نہیں رہے بلکہ اس مقدس تحریک کو جاری رکھا اس دوران آپ استعمار اور ان کے ایجنٹوں کے جرائم اور ان کے ناپاک منصوبوں سے عوام، دینی یونیورسٹیوں کے طلبہ کو آگاہ فرماتے رہے اور ساتھ ہی مجاہدین کے حوصلے بڑھاتے رہے ان کے دلوں کو مضبوط کرتے اور فتح و کامرانی کی خوشخبری سناتے رہے۔ سب کو اتحاد، استقامت، ایثار اور خدا پر توکل کی دعوت دیتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام نے متحد ہو کر "استقلال، آزادی، جمہوری اسلامی" کا مطالبہ شروع کر دیا خدا نے اس قوم کی مدد کی، شاہ کو مجبوراً اس ملک سے بھاگنا پڑا اور سپر طاقتوں کی دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں کے علی الرغم پختہ ارادے اور خدا کی ذاتِ لایزال پر یقین کامل کے ساتھ سترہ سال کی جلاوطنی کے بعد ایران واپس تشریف لے آئے قوم نے انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا اور ان کا شایان شان اور بے نظیر استقبال کیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے

امام نے اپنے ایک تاریخی خطاب میں اس وقت کی امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت اور بختیار حکومت کے منہ پر وہ مکا رسید کیا کہ وہ پھر کبھی نہ سنبھل سکی، اور ایک ہی فرمان کے ذریعے فوجی انقلاب کی سازش کو ناکام بنا دیا اور عوامی حمایت سے حکومت کے ساتھ چند گھنٹے کی لڑائی کے بعد ملک اور قوم کو اس کے بے رحم ہاتھوں سے نجات دلادی اور ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کا خاتمہ کر کے "اسلامی جمہوریہ" کا پرچم لہرا دیا۔ اس طرح سے انہوں نے قوم کو آزادی اور استقلال کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔